حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

نام ونسب: حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد میں ایک فرزند اسحٰق کی اولاد سے بنی اسرائیل تھے جن میں حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ ور بہت سے دوسرے پیغمبر ہوئے اور دوسرے فرزند اسمٰعیلؑ کے بارہ بیٹوں میں قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی تھی، جن میں عدنان سب سے زیادہ مشہور تھے۔ پیغمبر اسلام ان ہی کی اولاد میں تھے۔

آپ کا نسب نامہ عدنان تک اس طرح ہے:-

محمد بن عبداللہ، بن عبدالمطلب، بن ہاشم، بن عبدمناف، بن قصی، بن کلاب، بن مرہ، بن کعب، بن لوی، بن غالب، بن فہر، بن مالک، بن نضر، بن کنانہ، بن خزیمہ، بن مدرکہ، بن الیاس، بن مضر، بن نزار، بن معد، بن عدنان۔

ان میں سے نضر بن کنانہ کی اولاد قریش کہلاتی تھی۔

حضرت کی والدہ آمنہ بنت وہب، بن عبدمناف، بن زہرہ، بن کلاب، بن مرہ تھیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ حضرت ماں اور باپ دونوں طرف سے قریش کے ممتاز قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

ولادت: ۵۷۰ء میں جس سال ابرہہ حبشی نے خانۂ کعبہ پر ہاتھیوں کی فوج کے ساتھ فوج کشی کی ہے جس سے عربوں نے عام الفیل کے نام سے سنہ مقرر کرلیا، اسی سال جمعہ کے دن ۱۷ ربیع الاول کو حجاز کی سرزمین مکہ پر حضرتؐ کی ولادت ہوئی۔

یتیمی: تاریخی حیثیت سے یہ معلم ہے کے حضرتؐ کے سر پر باپ کا سایہ دنیا میں باقی نہیں رہا، آپ کے والد جناب عبداللہ کا انتقال ہوگیا، اسی وقت جب آپ ابھی ماں کے پیٹ میں تھے یا پیدا ہونے کے بعد آپ دو مہینے یا سات مہینے کے تھے یا زیادہ سے زیادہ دو برس یا دو برس اور چار مہینے، یہ آخری مدت ہے، بہر حال مورخین میں اس کی تعین میں اختلاف ہے جس میں کوئی قابل اطمینان فیصلہ دشوار ہے۔ صورت حال کی حسرت خیزی اور بڑھ جاتی ہے اس کہ چھ سال کی عمر جب ہوئی تو شفیق ماں کا بھی سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ معلوم ہوتا ہے قدرت کی مرضی یہی تھی تمام عالم کو اپنی محبت وشفقت کے سایہ میں جگہ دینے والا خود باپ اور ماں دونوں کے سایۂ عاطفت سے کم سنی ہی میں محروم ہوجائے۔

تربیت: قبیلۂ بنی سعد میں سے حلیمہ وہ خوش قسمت خاتون تھیں جو رسولؐ اللہ کی رضاعت (دودھ پلانے) کے لئے مقرر ہوئیں اور اس دوران میں انھوں نے آپ کو اپنے گاؤں میں رکھا اس کے بعد چھ برس کے سن تک آپ اپنی والدہ گرامی کے ساتھ رہے۔ جب ماں کا بھی سایہ سر سے اُٹھ گیا تو آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کو اپنے پاس بلالیا اور اپنی اولاد میں سب سے زیادہ محبت وشفقت کے ساتھ آپ کی پرورش شروع کی۔ مگر دو برس کے بعد جناب عبدالمطلب کی بھی وفات ہوگئی۔ انھیں اپنی زندگی کے آخری

لمحوں میں فکر تھی تو اس بچہ کی حفاظت ونگہداری کی جس کے متعلق انھیں یقین تھا کہ آگے چل کر دنیا کے سامنے اس کا بہت بڑا مرتبہ نمایاں ہوگا۔ اس لئے جب اپنی زندگی سے بالکل مایوسی ہوگئی تو انھوں نے اپنے فرزند ابوطالب کو بلا کر محمدؐ کو ان کے سپرد کردیا، دوسرے بھائی سن میں ان سے بڑے موجود تھے، مگر عبدالمطلب کی نگاہ دوربین دیکھ رہی تھی کہ محمدؐ کے لئے جس طرح ابوطالب جاں نثاری کے ساتھ خدمت انجام دیں گے اس طرح کوئی دوسرا انجام نہیں دے گا۔

چنانچہ ابوطالب نے اپنی زندگی کی آخری سانس تک ہر طرح کے سخت سے سخت اوقات میں محمد مصطفی کی نصرت وحمایت میں اس عہد کو پورا کیا جو وہ اپنے بزرگ مرتبہ باپ عبدالمطلب سے ان کی اُکھڑی ہوئی سانسوں کی آخری آمدورفت کے عالم میں کر چکے تھے اور اس وقت سے کہ جب رسولؐ آٹھ برس کے تھے اپنی زندگی بھر رسولؐ کے ساتھ ان کے چچا ابوطالب وہ محبت صرف کرتے رہے جو اپنی اولاد کے ساتھ صرف نہ کرتے تھے اور چچی فاطمہ بنت اسد وہ شفقت کرتی تھیں جس سے رسولؐ کو ماں کی محبت کا لطف حاصل ہوجاتا تھا، اس لئے آپ نے خود فاطمہ بنت اسد کے انتقال موقع پر یہ لفظیں فرمائیں کہ ''یہ میری ماں کے بعد میرے لئے ماں کا درجہ رکھتی تھیں۔''

شام کا پہلا سفر: جب حضرتؐ کی عمر بارہ برس کی تھی تو ابوطالبؑ نے تجارت کے لئے شام کی جانب سفر کیا۔ اس سفر میں آپ بھی اپنے چچا کے ساتھ گئے اور اسی ذیل میں بحیرا راہب نے آپ کو دیکھ کر اُن آثار کی بنا پر جو گزشتہ آسمانی کتابوں میں مذکور تھے، کہا کہ یہ بچہ نبی ہونے والا ہے اور اسے بڑا اقتدار حاصل ہوگا۔ یہ ملاقات بحیرا سے اثنائے راہ میں صرف تھوڑی دیر کے لئے ہوئی تھی، کوئی غلط روایت بھی اس کا پتہ نہیں دیتی کہ آپ نے وہاں کچھ عرصہ تک قیام کیا ہو۔

حلف الفضول میں شرکت: جب آپ کی عمر بیس سال کی تھی تو قریش میں حلف الفضول کا عہد نامہ ہوا کہ جو بے نظیر شریفانہ اصولوں پر مبنی تھا۔ عبدالمطلب کے انتقال کے بعد قبائل عرب میں مطلق العنانی اور بے آئینی پیدا ہوگئی تھی، یہاں تک کہ پردیسیوں کے جان ومال مکہ میں محفوظ نہ رہے تھے۔ اس لئے بنی ہاشم کی دعوت پر زہرہ اور تیم کے قبیلے بھی متفق ہوئے اور سب نے عبداللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہوکر یہ عہد کیا کہ ''ہم ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دیں گے اور اس وقت تک چین نہ لیں گے جب تک کہ اس کی شکایت رفع نہ ہوجائے اور ہم ایک دوسرے کی حق کوشی میں معاونت کریں گے۔'' اس معاہدہ میں حضرت محمد صلی مصطفیؐ نے بھی شرکت فرمائی۔ یہاں تک کہ ظہور اسلام کے بعد جب عرب کے دوسرے زمانۂ جاہلیت کے معاہدات کالعدم کردیئے گئے تھے، تو بھی آپ اس معاہدہ کا اپنے کو پابند سمجھتے ہوئے فرماتے تھے کہ آج بھی اگر کوئی مجھے اس معاہدہ کی بنا پر آواز دے تو میں اس کی آواز پر لبیک کہوں گا۔

سفر تجارت: رسولؐ کی عمر پچیس سال کی تھی جب آپ خدیجہ بنت خویلد کے اموال تجارت کو لے کر شام کی طرف گئے۔ یہ تجارت کی مہم اتنی کامیابی کے ساتھ انجام پائی کہ جتنا نفع ہر سال خدیجہ کو ہوا کرتا تھا اس سے دونا نفع اس

سال ان کو حاصل ہوا۔

شادی: تجارتی معاملات کے ذیل میں رسولؐ کے محاسن اخلاق، امانت و دیانت اور بلندی ذات وصفات کا جناب خدیجہ کے دل پر نہایت گہرا اثر پڑ چکا تھا اور خود جناب خدیجہ کے حسن معاملت اور کردار کا رسولؐ خدا کی نظر میں وزن تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب آپ کو جناب خدیجہ کے ساتھ شادی کے پیغام دینے کی طرف متوجہ کیا گیا تو آپ نے صرف یہ عذر فرمایا کہ خدیجہ کافی مالدار ہیں، میری اتنی مالی حیثیت نہیں ہے کہ میرے ساتھ وہ شادی پر تیار ہو سکیں لیکن درمیانی شخص نے جب ان کے رضامند ہونے کی ذمہ داری لی آپ نے بخوشی پیغام دینا پسند فرمایا وہی ہوا کہ جناب خدیجہ نے اُسے فوراً منظور فرمالیا، چنانچہ تاریخ عقد مقرر ہوئی جناب خدیجہ کی طرف سے ان کے چچا عمر بن اسد نے اور حضرتؐ کی جانب سے آپ کے چچا ابوطالب نے خطبۂ عقد اور ایجاب وقبول کے مراسم ادا کئے۔ باوجود یہ کہ جناب خدیجہ عمر میں حضرت سے کافی زیادہ تھیں مگر ان کے حسن سیرت کی آپ کی نظر میں اتنی عزت تھی کہ آپ نے ان کی زندگی میں کسی دوسری عورت سے عقد کا تصور بھی نہیں فرمایا۔

سیرت کی بلندی: بچپن سے جوانی تک کی زندگی کے تجربات نے عربوں پر یہ اثر کیا کہ انھوں نے متفقہ طور پر آپ کی راست بازی اور امانت داری کو تسلیم کرلیا اور آپ کو صادق اور امین کے القاب سے یاد کرنا اور اپنی امانتوں کو آپ کے پاس رکھوانا شروع کردیا۔ اس کے علاوہ اہم معاملات میں آپ کے مشوروں کو قابل قبول سمجھنے لگے۔

چنانچہ خانہ کعبہ کی مرمت کے موقع پر حجر اسود کے نصب کرنے کی عزت حاصل کرنے کی کوشش میں مختلف قبیلوں کے درمیان جو تنازع کی صورت ہوگئی تھی وہ آپ ہی کے حکیمانہ فیصلہ سے دور ہوئی اور سب نے اس کو بخوشی تسلیم کرلیا۔

بعثت: حضرت کی عمر چالیس برس کی تھی جب آپ ۲۷ رجب کو تبلیغ رسالت کے فریضے پر مامور ہوئے اور عملی طور پر خداوندی پیغام کے حامل قرار پائے، آپ نے بحیثیت رسول اپنے پیغام کو سب سے پہلے اپنی رفیقۂ حیات خدیجہ بنت خویلد تک پہونچایا، جس پر وہ سچے دل سے ایمان لائیں اور آپ کے چچازاد بھائی علی ابن ابی طالبؑ جو برابر آپ کے ساتھ رہتے تھے اور آپ کی رسالت کی عظمتوں کے پہلے سے عینی شاہد تھے۔ آپ کے دعوائے رسالت کے سب سے پہلے گواہ بنے۔ پھر روز بروز دوسرے افراد تک بھی یہ آواز پہونچتی گئی اور اِکّا دُکّا لوگ آپ کے دعوے پر ایمان لاتے رہے۔ مگر ابھی تک تبلیغ رسالت رازداری کے ساتھ خاص خاص لوگوں کے سامنے کی جاتی تھی اور علی الاعلان اپنی آواز کو بلند کرنے کا موقع نہ آیا تھا۔ جو لوگ اسلام قبول کرتے تھے، انھیں بھی حکم یہی تھا کہ وہ مخفی طور پر اپنی مذہبی فرائض انجام دیں اور اس کی عام اشاعت نہ کریں۔

دعوت عشیرہ: تین برس اس طرح رازداری کے ساتھ فرض تبلیغ ادا ہونے کے بعد دوسری منزل یہ تھی کہ اپنے قریبی عزیزوں کے مجمع میں اعلان کا حکم آیا۔ آپ نے حضرت علی بن ابی طالبؑ کو حکم دیا کہ دعوت کا سامان کرو، چنانچہ سامان دعوت کیا گیا اور اس میں تمام قریش کے ممتاز

افراد کو مدعو کیا گیا سب جمع ہوئے۔ کھانے کے بعد حضرتؐ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں وہ چیز لے کر آیا ہوں، جو دنیا اور آخرت دونوں میں بہتری کی ضامن ہے۔ میں خلق خدا کو توحید اور اصلاح عمل کی طرف بلانے پر مامور ہوں۔ تم میں سے کون ہے جو اس مہم میں میرا ساتھ دے گا، تا کہ وہی میرا رفیق، میرا وصی اور میرا خلیفہ ہو۔ مجمع میں ایک سناٹا سا چھا گیا، کسی نے کچھ جواب نہ دیا، مگر بس ایک جوان بخت بچہ تھا جو اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا میں آپ کا اس مہم میں دست و بازو ہوں گا، یہ علی بن ابی طالبؑ تھے جو عملی طور پر پہلے ہی سے رسولؐ کے بازو بنے ہوئے تھے اور اب اس طرح وہ تمام مجمع کے سامنے بھی عہد وفاداری کر رہے تھے۔ پیغمبرؐ نے علیؑ کے کاندھوں پر ہاتھ رکھا، اور کہا کہ بس یہ میرا رفیق، میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے۔

مصائب و شدائد: رسولؐ نے قریش کے سامنے علانیہ بُت پرستی کی مذمت اور خدا پرستی کی تبلیغ شروع کر دی۔ قریش آپؐ کی ایذا رسانی پر آمادہ ہوئے مگر ابوطالب کی شخصیت سے جو آپ کی محافظ تھی وہ مجبور ہو رہے تھے، آخر ان میں کے جو ممتاز افراد تھے وہ مل کر ابوطالبؑ کے پاس آئے اور بہت تلخ الفاظ میں رسولؐ کی شکایت کی اور کہا کہ یا تو اپنے بھتیجے کو روکیے یا آپ درمیان سے ہٹ جائیے ہم ان سے سمجھ لیں گے۔ ابوطالبؑ نے حضرتؐ سے اس کا تذکرہ کیا، آپؐ نے فرمایا کہ یہ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیں تب بھی میں کلمۂ حق سے خاموش نہیں ہو سکتا، ابوطالبؑ نے ان لوگوں کو صاف جواب دے دیا جس سے ان کی عداوت کا شعلہ اور زیادہ بھڑک گیا اور خصوصیت کے ساتھ ان غریب مسلمانوں کو بہت تکلیف پہونچانے لگے جنھوں نے رسالت پیغمبرؐ پر ایمان قبول کیا تھا۔

ہجرت اولیٰ: بعثت کے پانچویں سال مسلمانوں پر مظالم بہت ہونے لگے تو آپ نے اپنے اصحاب کو ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی ہدایت فرمائی، چنانچہ کافی تعداد میں مسلمان حبشہ کی طرف روانہ ہوئے، ان مہاجرین کے سر گروہ جعفر بن ابی طالب تھے جنھوں نے بہترین طریقہ پر عیسائی بادشاہ کے دربار میں اسلامی تعلیمات کی ترجمانی اور تبلیغ کا بھی فرض انجام دیا۔ جس سے بادشاہ اور ارکان سلطنت کے دل پر اسلامی عظمت کا سکہ جم گیا اور مسلمانوں کو وہاں اطمینان و سکون کے ساتھ قیام کا موقع ملا۔

محاصرہ: حبشہ میں مسلمانوں کی کامیابی کے حالات کو سن کر مشرکین کے بغض و حسد میں اور ترقی ہوئی اور انھوں نے آپس میں متفق ہو کر یہ طے کیا کہ بنی ہاشم کا پورے طور پر بائیکاٹ کیا جائے، نہ صرف یہ کہ ان کے ساتھ شادی بیاہ جائز نہ سمجھا جائے بلکہ ان کے ساتھ خرید و فروخت بھی نہ کی جائے، یہاں تک ضروریات زندگی پانی اور کھانا تک پہونچنے نہ دیا جائے۔ ناچار ابوطالبؑ نے رسولؐ کو اپنے ایک محفوظ مکان میں جو پہاڑ کی گھاٹی میں ایک قلعہ کی صورت پر تھا منتقل کر دیا۔ یہ واقعہ رسالت کے ساتویں سال کا ہے اور تین برس مسلسل یہ محاصرہ قائم رہا۔ اس دوران میں حضرت رسولؐ خدا اور آپ کے ساتھ تمام بنی ہاشم کو سخت تکالیف و شدائد کا مقابلہ کرنا پڑا یہاں تک کہ کئی کئی وقت ایسے گزر جاتے تھے کہ آب و طعام میسّر نہ آتا تھا، تین برس کے بعد یہ

بائی کاٹ ختم ہوا اور یہ لوگ قلعہ سے باہر نکل سکے۔

دو بڑے صدمے: افسوس ہے کہ اس محاصرہ کے ختم ہونے سے دو ہی مہینے کے بعد بعثت کے دسویں سال ابوطالبؑ کا اور ان کے صرف پینتیس دن بعد جناب خدیجہ بنت خویلد کی وفات ہوگئی۔ ان دونوں آدمیوں کی رحلت کا رسولؐ اللہ کو شدید صدمہ پہونچا اسی سے آپ اس سنہ کو ''عام الحزن'' (رنج کا سال) فرمایا کرتے تھے۔

طائف کا سفر: ابوطالبؑ کے بعد قریش کی ایذارسانی بہت بڑھ گئی وطن کی زمین رسولؐ کے لئے خارزار بن گئی۔ آپ کو اسلام کی اشاعت کے لئے اب کسی مناسب مقام کی تلاش بھی تھی، چنانچہ آپ نے بعثت کے دسویں برس کے آخر میں ایک پناہ گزیں کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ ایک داعی حق کی حیثیت سے طائف کا سفر کیا۔ بالکل بے زاد و بے توشہ صرف زید بن حارثہ کو ساتھ لئے ہوئے آپ نے عرب کے اس سرسبز مقام پر دس دن قیام کیا اور فرداً فرداً اسلام کا پیغام ہر ایک تک پہونچایا مگر افسوس کہ ہدایت کی کھیتی کے لئے یہ شاداب زمین بھی اوسر ثابت ہوئی نہ صرف یہ کہ ان لوگوں نے آپ کی آواز پر لبیک نہیں کی بلکہ اپنے یہاں ٹھہرنے بھی نہیں دیا اور جسم مبارک پر پتھر مارنا شروع کئے آپ پھر مکہ معظّمہ واپس آئے مگر یہ تمام مشکلات آپ کے قدم کو راہ حق میں مسلسل کوشش سے باز نہ رکھ سکے۔

انصار کی ملاقات: مکہ معظّمہ میں ہر سال مجنہ اور عکاظہ کے جو بازار لگتے تھے اور ان میں مختلف اطراف وجوانب کے قبائل جمع ہوتے تھے، اس موقع پر شعرائے عرب اپنے قصیدے سناتے تھے، تجار اپنے اموال تجارت لاکر فروخت کرتے تھے اور رسولؐ کا کام یہ تھا کہ آپ قبائل عرب کے سامنے اپنے پیغام توحید کو پیش کرکے ان کو اپنی حمایت ونصرت کی دعوت دیتے تھے مگر دعوت حق کی آواز اُن ہی دلوں پر اثر کیا کرتی ہے جن میں کسی حد تک صلاحیت وقبول کی روشنی موجود ہوتی ہے۔

جب کہ اکثر قبائل بجائے وعدۂ نصرت کے حضرتؐ کی باتوں کا مذاق اُڑاتے تھے اور ایذارسانی پر آمادہ ہوتے تھے۔ یثرب کی سرزمین کی ایک جماعت خوش قسمتی سے اس صدا سے متاثر ہوگئی۔ اور انھوں نے عقیدۂ حق کو قبول کرکے آپؐ کی امداد ونصرت کا وعدہ کرلیا۔ یہ تھا انصار کا پہلا گروہ جو شرف اسلام سے مشرف ہوا اور پھر انھوں نے اپنے شہر جاکر رسولؐ کا پیغام پہونچایا اور بہت سے افراد نے غائبانہ آپ پر ایمان اختیار کیا۔ دوسرے سال ان میں کے بارہ آدمی رسولؐ سے آکر ملے اور آپ سے عقائد اسلامیہ کی تعلیم حاصل کی اور تیسرے سال ستر آدمیوں نے حاضر ہوکر اس سعادت کو حاصل کیا۔ اب مدینہ میں اسلام کافی طور پر پھیل گیا اور لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے جن میں سے اکثر صرف تعلیمات اسلامی سے متاثر ہوکر اس سعادت کو حاصل کررہے تھے اور ابھی ان کو آنکھوں سے رسولؐ کے چہرۂ مبارک کی زیارت نصیب نہ ہوئی تھی۔

مدینہ کی طرف ہجرت: یثرب میں اسلام کی کامیابی کی خبرسن کر اہل مکہ کا غیظ وغضب بڑھتا جاتا تھا اور وہ اب مسلمانوں کو اور زیادہ ناقابل برداشت تکلفیں پہونچانے

لگے۔ آخر رسولؐ خدا نے ان کو یثرب کی جانب ہجرت کی اجازت دی اور رفتہ رفتہ اکثر مسلمان مکہ سے نکل گئے۔ صرف رسولؐ خدا، علی مرتضیٰ اور چند دوسرے مسلمان باقی رہ گئے اب مشرکین کو یقین ہوگیا کہ رسالت مآبؐ کے لئے یثرب میں ایک محفوظ جائے پناہ حاصل ہوگئی ہے اب عنقریب یہ خود بھی وہاں پہونچ جائیں گے تو ہمارے مقابلہ میں ان کو بڑی طاقت حاصل ہوجائے گی، اس لئے دارالندوہ میں جمعہ ہوکر آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ رات کے وقت آپ کے گھر کو گھیر کر آپ کے چراغ زندگی کو خاموش کردیا جائے۔

حضرت رسولؐ کو اس کی اطلاع پہونچ گئی اور آپ نے طے فرمالیا کہ آپ اپنے بستر پر علی بن ابی طالب علیہ السّلام کو لٹا کر خود مخفی طریقہ سے زمین مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف روانہ ہوجائیں گے، چنانچہ حضرت علی بن ابی طالبؑ نے اپنے کو خطرے میں ڈال کر رسولؐ کے بستر پر آرام کیا اور حضرتؐ دشمنوں کی نگاہوں سے مخفی رہ کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ اس اہم واقعہ کو ہجرت کہتے ہیں اور اسی سے مسلمانوں میں ہجری تاریخ کی ابتدا ہوئی ہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر: سب سے پہلا کام جو رسولؐ نے مدینہ پہونچ کر کیا وہ مسجد نبوی کی تعمیر تھی جس میں تمام مسلمانوں کے ساتھ خود رسولؐ بھی پتھر اُٹھا اُٹھا کر لانے میں شریک تھے۔ شروع شروع میں بس ایک قد آدم اونچی چار دیواری پر اکتفا کی گئی۔ پھر جب نمازیوں کو گرمی سے تکلیف ہوئی تو شاخہائے درخت کا ایک سائبان ڈلوادیا۔ لیکن چھت باوجود اصحاب کے اصرار کے بنوانا پسند نہیں فرمائی۔ اس مسجد کے گرد چھوٹے چھوٹے مکانات اپنے اعزا اور ضرورت مند اصحاب کے لئے بنوائے جن کے دروازے پہلے مسجد ہی میں کھلتے تھے، مگر بعد کو سوائے حضرت علی بن ابی طالبؑ کے اور سب کے دروازے مسجد کی طرف کے بند کردیئے گئے اور آمد و رفت باہر سے قرار دے دی گئی۔

جہاد: جب قریش کو معلوم ہوا کہ رسولؐ بخیر وخوبی مدینہ پہونچ گئے اور ان کا مذہب دن دونی ترقی کر رہا ہے، تو ان کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہوگئی اور وہ مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ مل کر کوششیں کرنے لگے کہ اس بڑھتی ہوئی طاقت کو کچل دیں، اس کے نتیجہ میں حضرتؐ کو مشرکین قریش اور یہودیوں کے ساتھ بہت سی لڑائیاں لڑنی پڑیں، جن میں سے اہم موقعوں پر حضرت خود فوج اسلام کے ساتھ تشریف لے گئے۔ ایسی مہموں کو ''غزوہ'' کہتے ہیں اور جن موقعوں پر آپ اپنے اصحاب میں سے کسی کو فوج کا سردار بنا کر بھیج دیا کرتے تھے ان کو ''سریہ'' کہا جاتا ہے، غزوات کی مجموعی تعداد چھبیس ہے، جن میں بدر واحد، خندق، خیبر اور حنین بہت مشہور ہیں اور سریوں کی تعداد چھتیس تھی جن میں سب سے مشہور جنگ موتہ ہے جس میں جعفر طیار شہید ہوئے۔

صلح حدیبیہ: بدر واحد کی لڑائیوں کے بعد کچھ عرصہ تک مشرکین مکہ کی طرف سے کوئی جنگی کاروائی نہیں ہوئی، تو ہجرت کے چھٹے سال حضرت نے مکہ معظّمہ کے حج کا ارادہ کیا اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے مگر جب قریشیوں کو رسولؐ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ مکہ سے باہر نکل کر رسول کا راستہ روکنے پر تیار ہوئے اور

انھوں نے کہا کہ ہم اپنی آنکھوں سے آپ کا شہر مکہ میں ورود نہیں دیکھ سکتے۔ مکہ والوں کا یہ جارحانہ اقدام دیکھ کر رسولؐ نے امن پسندی سے کام لیتے ہوئے ان کے ساتھ ایک تحریری صلح نامہ کر لیا۔ اس صلح کے کاتب حضرت علی بن ابی طالبؑ تھے۔ اس کے شرائط حسب ذیل تھے:

(۱) رسولؐ اس سال مع اپنے متبعین کے بغیر حج کیے ہوئے واپس جائیں۔

(۲) دس سال تک آپس میں کوئی جنگ نہ ہو۔

(۳) اگر مکہ والوں میں سے کوئی جا کر مسلمانوں میں شامل ہو جائے تو مسلمانوں کا یہ فرض ہوگا کہ وہ اسے واپس کر دیں۔

(۴) اگر کوئی مسلمان بھاگ کر مشرکین کے پاس آ جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

(۵) عرب کے تمام قبیلوں کو اختیار ہے کہ چاہے وہ رسولؐ اسلام کے ساتھ معاہدہ کر لیں یا مکہ والوں کے ساتھ ہو جائیں۔

(۶) آیندہ سال مسلمانوں کو مکہ کی زیارت کا حق حاصل ہوگا، لیکن وہ وہاں تین روز سے زیادہ قیام نہیں کر سکیں گے۔

(۷) مسلمان اس موقع پر اپنے سفری اسلحہ کے ساتھ یعنی تلواروں کو غلاف میں رکھ کر آسکیں گے۔

بعض مسلمان اس معاہدہ کے غیر منصفانہ شرائط پر بڑی ناراضگی کا اظہار کر رہے تھے، مگر حضرت رسولؐ نے اس لئے کہ جارحانہ حملہ کا الزام آپ پر عائد نہ ہو، ان شرائط پر صلح کر کے مکہ سے واپسی اختیار کی اور دوسرے سال معاہدہ کے مطابق حج کے لئے تشریف لے گئے اور حسب معاہدہ تین دن کے بعد مکہ کو چھوڑ دیا اور مدینہ واپس چلے گئے۔

فتح مکہ: کچھ ہی عرصہ کے بعد مکہ والے اس معاہدہ پر جو رسولؐ اللہ کے ساتھ کیا گیا تھا قائم نہیں رہے اور قبیلۂ خزاعہ کو جو پیغمبرؐ اسلام کا حلیف تھا بکر کے قبیلہ نے جو مشرکین کا حلیف تھا تہِ تیغ کر دیا جب حضرت کو یہ معلوم ہوا تو آپ اپنے حلیف قبیلہ کی امداد کے لئے فوراً روانہ ہو گئے اور دس ہزار مسلمانوں کی فوج کے ساتھ مکہ کے قریب پہونچ کر خیمہ زن ہوئے۔ مشرکین میں اب مقابلہ کی طاقت باقی نہ تھی انھوں نے ہتھیار ڈال دینا مناسب سمجھا اور ماہِ رمضان ۸ھ میں آپ فاتحانہ شان سے مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے، اب پیغمبرؐ اسلام کا رحم و کرم دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے کہ ان لوگوں کو جن سے آپ کو سخت تکلیفیں پہونچی تھیں، جن کی وجہ سے آپ کو اپنا وطن عزیز چھوڑنا پڑا تھا، فتح مکہ کے وقت تمام خطائیں معاف کر دی گئیں۔ فتح کے موقع پر جب لوگ آپ کی بیعت کر رہے تھے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ بتاؤ تم مجھ سے کیا امید رکھتے ہو، سب نے جواب دیا کہ ہمیں اچھائی کی امید ہے۔ آپ فیاض بھائی ہیں اور فیاض بھائی کے فرزند ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ تم لوگ آزاد ہو۔

دنیا کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ رسولؐ خدا نے ابوسفیان کو، اس کی بیوی ہندہ کو جس نے حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد ان کا کلیجہ نکلوا کر چبایا تھا وحشی کو جس نے حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا، عکرمہ ابوجہل کے

بیٹے اور ایسے ہی کئی اشخاص کو جنھوں نے سخت ایذائیں پہونچائیں تھیں اور شدید جرائم کے مرتکب ہوئے تھے، آج ظاہری اسلام قبول کرنے کے بعد بغیر کسی شرط کے معاف کردیا۔ فتح کے بعد حضرتؐ نے ڈیڑھ ماہ مکہ میں قیام فرمایا اور ملکی انتظام کے لئے وہ اصول جاری کئے جو مہذب قوموں کی تہذیب کی آج بھی نشانی بن سکتے ہیں۔

حجۃ الوداع: ۱۰ھ میں حضرتؐ نے اپنی زندگی کا آخری حج کیا۔ ہزاروں مسلمانوں کے ساتھ بڑی شان وشوکت کے ساتھ ارکان حج ادا کئے۔

واپسی میں مقام غدیر خم پر تمام اطراف وجوانب کے مسلمانوں کے مجمع میں یادگار تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں آپ نے اپنی وفات کے قریب ہونے کی دردناک خبر سناتے ہوئے ان سے اس طرح اقرار لیا کہ میں تمہارے بارے میں خود تم سے زیادہ اختیارات رکھتا ہوں یا نہیں؟ جب سب نے تسلیم کیا کہ بے شک آپ ہم پر ہم سے زیادہ اختیارات رکھتے ہیں، تو آپ نے حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کا ہاتھ پکڑ کر مجمع کے سامنے اونچا کیا اور فرمایا کہ جو اختیارات مجھے تمہاری نسبت حاصل ہیں وہی علی کو تمہاری نسبت حاصل ہوں گے اس طرح آپ نے اپنے بعد کے لئے اپنے جانشین کے نام کا اعلان فرمایا۔ مسلمانوں نے اس پر بڑی خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا اور عام طور سے اس وقت علیؑ رسولؐ کے جانشین تسلیم کر لئے گئے۔

اصول تعلیم اور اخلاق وخصائل: پیغمبرؐ اسلام کی تعلیم کا خاص جوہر تمام افراد انسانی کی نگاہ کو مادیت کے احاطہ سے نکال کر ایک غیبی طاقت کی طرف متوجہ کرنا تھا۔ جس کے لحاظ سے تمام افراد انسانی یکساں حیثیت رکھتے ہیں، خالق کی توحید اور خلائق کا اتحاد یہ ہی دو وہ بنیادی اصلیں تھیں جن پر حقوق اللہ اور حقوق الناس کی عمارت بلند ہوئی اور تاریخ انسانی میں پہلے پہل شہری اور انسانی حقوق پورے طور پر عام انسانوں کو بالعموم عطا ہوئے جن سے وہ قومیت، رنگ، جنس یا غربت وفلاکت کی بنا پر محروم رکھے جاتے تھے اس نے پہلے کے تمام تفوق اور بلندی کے امتیازات مٹا کر ایک نیا امتیاز کا معیار قائم کیا اور وہ یہ کہ افضلیت اعمال وافعال کی بناء پر حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص فرائض انسانی کو سب سے زیادہ انجام دیتا ہو وہ سب سے بہتر ہے۔

اخلاق پر بہت زور دیا، حضرتؐ فرماتے تھے کہ ''میں بھیجا گیا ہوں صرف اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے'' آپ کے ذاتی اخلاق وخصائل بھی اسی مقصد کے ترجمان تھے آپ اتنی بڑی اسلامی جماعت کے سردار ہوتے ہوئے فقرائے مدینہ کے ساتھ زانو سے زانو ملا کر بیٹھتے اور ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہوجاتے تھے، رات رات بھر عبادت خدا ہوتی تھی اتنی کہ پیروں پر ورم آجاتا تھا اور دن بھر قبائل عرب اور مختلف شہروں کے وفود سے ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ مسائل کا تصفیہ ہوتا تھا اور بڑے بڑے قضیے حل کئے جاتے تھے، ایک انگریز مؤرّخ (باسورتھ اسمتھ) نے لکھا ہے کہ ''تاریخ میں محمدؐ کی سی ہستی بیک وقت تین فرائض انجام دیتی ہوئی نہیں مل سکتی یعنی کہ محمدؐ ایک قوم کے بانی ہوئے،

ایک نئے نظام سلطنت کے بانی ہوئے اور ایک مذہب کے بانی ہوئے ہیں۔ ایسی مثال کوئی دوسری نہیں مل سکتی۔'' اس کے ساتھ آپ نے کبھی اپنے کو بادشاہ کہا جانا یا سمجھا جانا پسند نہیں کیا بلکہ اس سے انکار فرمایا۔

ایک مرتبہ ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا جوں ہی آپ کے سامنے کھڑا ہوا، رعب سے کانپنے لگا، آپؐ نے فرمایا ''اپنے آپے میں آؤ، میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں، میں ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں، جو شوربے میں روٹی کو چورا کرکے (غریبا مئو) کھانا کھاتی تھی، اسی مناسب سے آپ کی عادتیں نہایت سادہ تھیں۔ تعمیر کے وقت مزدوروں کی طرح کام کرتے، بازار سے اپنا سودا خرید کرلاتے بلکہ ہمسایوں کو بھی خرید کر لادیتے تھے، عفو وکرم آپ کا خاصہ اور سختیوں کو ہمت کے ساتھ برداشت کرنا اور عزم واطمینان کے ساتھ عمل کے جادہ پر قائم رہنا آپ کی سیرت میں نمایاں تھا۔

آپؐ کا عمل آپ کی تعلیم کا مفسر اور آپ کی تعلیم آپ کے عمل کا خلاصہ تھی۔ آپ کے طرز بیان کی خاص خصوصیت جامعیت تھی۔ چھوٹے چھوٹے جملوں میں آپ نے وہ اصول ودیعت کرئیے ہیں جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرتے ہیں۔

قرآن مجید: قرآن حقائق ومعارف کا وہ خزانہ اور حیات انسانی کا وہ مکمل دستور ہے جو آپ کے ذریعہ سے اہل عالم کی ہدایت کے لئے پیش ہوا اور کروڑ در کروڑ انسانوں نے اس وقت سے اب تک اس کے تعلیمات سے فیض حاصل کیا اور ہزاروں ایسے افراد نے بھی جو مذہبی طور سے اس پر ایمان کا اقرار نہیں رکھتے اس کی بلندی کا اعتراف کیا ہے۔

وفات: دوشنبہ کا دن دوسری ربیع الاول ۱۱ھ یا ایک قول کی بنا پر ۲۸؍صفر کی وہ قیامت خیز تاریخ تھی، جب چند روز بیمار رہنے کے بعد مصلح عالم پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ آپ کی حسب وصیت آپ کے بھائی اور جانشین حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ نے آپ کی تجہیز وتکفین فرمائی اور آپ کی مسجد کے پاس اسی حجرہ میں جہاں آپ کی وفات ہوئی تھی دفن کیا۔

مدینہ منورہ میں آپ کا قبۂ خضراء مسلمانان عالم کی زیارت گاہ ہے، جہاں وہ مکہ معظّمہ کے حج سے پہلے یا بعد جاتے ہیں اور مسجد نبویؐ وروضہ رسولؐ کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

Mob:3816179 - 3312244
Bushra Collections
Manufacturers of Exclusive Hand Embroided
Sarees, Suit Dupattas& Dress Material.
"AGGANISTAN"
467/169, Sheesh Mahal
Husainabad, Chowk, Lucknow - 226003
Syed Raza Imam
Prop.